اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِہِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كَانَ اللّٰہُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا (الاحزاب:51)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

لفظ تحمل کی لغوی تحقیق:۔

تحمل اور برداشت اردو زبان میں دو ہم معنی الفاظ ہیں۔تحمل کا مادہ حمل ہے۔اس کا مطلب ہوتا ہے بوجھ اٹھانا اور یہ لفظ دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ایک ''ح'' کی زیر کے ساتھ یعنی کسرہ کے ساتھ جسے حِمل کہتے ہیں۔حِمل کا مطلب ہے ظاہر میں بوجھ اٹھانا، جیسے ہاتھ میں بوجھ اٹھانا، سر پر بوجھ اٹھانا جو نظر بھی آئے۔قرآن مجید میں فرمایا:

فَاِنَّہٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا (طٰہٰ:100)

اور بعض مرتبہ یہ ''ح'' کی فتح یعنی زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔اسے حمل کہتے ہیں۔اس کا مطلب ہوتا ہے کہ باطن میں بوجھ اٹھانا، یا پوشیدہ بوجھ اٹھانا جیسے حاملہ عورت بوجھ اٹھاتی ہے۔اس کے سر پر بوجھ نظر نہیں آتا ہے نہ ہاتھوں میں بوجھ نظر آتا ہے لیکن اپنے بطن میں اس نے بوجھ اٹھایا ہوتا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا:

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ (الطلاق:4)

تحمل مزاجی کسے کہتے ہیں؟

ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ بوجھ اٹھانا مشقّت کا کام ہوتا ہے لیکن بسا اوقات انسان مشقّت کے باوجود بھی بوجھ اٹھاتا ہے۔اس کو تحمل کہتے ہیں۔انسان کے اندر جذبہء انتقام بھی ہوتا ہے۔اس کے باوجود اگر وہ اپنے نفس کو قابو کر لے، اپنے آپ کو تھام لے، اپنے آپ کو روک لے اور اس بندے کو معاف کر دے

تو اس کو تحمل مزاجی کہتے ہیں۔ گویا دوسرے کی ایذا پر صبر کر لینا، اسے برداشت کرنا اور پھر درگزر کر دینا، یہ تحمل مزاجی اور برداشت کہلاتا ہے۔

اسمائے الٰہی ”علیم و حلیم“ کا حسین امتزاج:

اللہ رب العزت علیم بھی ہیں اور حلیم بھی ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے ان دونوں ناموں کو یکجا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور حلیم بھی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ ہم تو دوسروں کی غلطی کو اس لیے معاف کر دیتے ہیں کہ ہمیں اس کا تھوڑا سا پتہ ہوتا ہے۔ ہمیں تو اس کی غلطی کی دس فیصد معلومات ہوتی ہیں اور نوے فیصد ہماری آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو بندے کے عیب سے اس وقت بھی واقف ہوتے ہیں جب وہ دل میں گناہ کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر اس نے گناہ کیسے کیا؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے بھی ہیں اور اسے دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں اللہ اکبر!!! اللہ تعالیٰ کا اتنا علم اور اس علم کے بعد ایسا حلم۔ ہمیں تو اپنے بچے کی غلطی کا پتہ چل جائے، پھر اسے ایک مرتبہ سمجھائیں اور وہ نہ سمجھ پائے تو ہم بچے کو گھر سے نکالنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر اس نے میری بات نہیں مانی تو یہ اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتے کہ بندہ اگر گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فرما دے کہ اے میرے بندے! میں تیرے رزق کو بند کر دوں گا۔ گناہ کرنے پر اگر بندے کا رزق بند کر دیا جاتا تو کیا ہوتا؟...... اللہ رب العزت کا تحمل دیکھیے کہ بندہ گناہ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس پر عجیب بات ہے کہ قدرت انتقام کے باوجود اللہ تعالیٰ اس بندے کے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ اس کو لوگوں کی نظر میں رسوا نہیں ہونے دیتے۔ گناہوں کے باوجود لوگ اس کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی عارف نے یہ کہا:

’’اے دوست! جس نے تیری تعریف کی، اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی۔‘‘

سچی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہماری حقیقت کھول دیں تو لوگ منہ پر تھوکنا بھی گوارا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں پر پردے ڈال دیتے ہیں، چھپا لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس پر فوری طور پر سزا بھی نہیں دیتے۔ یہاں تو بچہ غلطی کرے تو ماں تھپڑ لگا دیتی ہے۔ اگر قدرت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا تو کیا بنتا!! اللہ تعالیٰ سزا کو مؤخر فرما دیتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ بندہ گناہ کرتا تو اللہ رب العزت اس سے صحت واپس لے لیتے، پھر ہمارا کیا بنتا!! پروردگار ایسا نہیں کرتے، بندے کو سنورنے کا موقع دیتے ہیں۔ اس لیے کسی نے یہ کہا:

’’اس دنیا میں کسی بچے کی پیدائش اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ابھی مایوس نہیں ہوا۔‘‘

اس امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی معاملہ ہے۔

سیدنا آدمؑ سے ایک بھول ہوگئی، نافرمانی کا ارادہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتے ہیں کہ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ:115) اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ ان سے بھول ہوگئی تھی۔ لیکن اس پر معاملہ کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کی پوشاک بھی واپس لے لی اور ان کو جنت سے زمین پر بھی اتار دیا۔ پوشاک بھی اتر گئی اور جنت کے گھر سے نکال کر دنیا میں بھی بھیج دیئے گئے۔ لیکن ہم گنہگاروں کے ساتھ اللہ رب العزت کی کتنی رحمت کا معاملہ ہے! ہم جسم سے کپڑے اتار کر گناہ کرتے ہیں، پروردگار اس جسم پر دوبارہ کپڑے لوٹا دیتا ہے۔ ہم گھر سے باہر نکل کر گناہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پھر ہمیں واپس سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں میں لوٹا دیتا ہے۔ ہمارا پرودگار کتنا رحیم اور کتنا حلیم ہے!

ہم نے کیے گناہ اس نے نہ کی پکڑ کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”علم کی زینت حلم کے ساتھ ہوتی ہے۔“

مزہ تو یہ ہے کہ بندے کے اندر یہ دونوں صفتیں جمع ہوں۔ علم بھی ہو اور حلم بھی ہو۔ آج کل علم کی صفت تو عام ہے، اکثر مل جاتی ہے، مگر حلم کی صفت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کریں۔ علم کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمارا حلم بھی بڑھنا چاہیے۔

برائی کا دفاع اچھائی سے کرنے کی تعلیم:

قرآن مجید میں ہمیں یہ طریقہ سکھایا گیا ہے کہ ہم برائی کا جواب اچھائی میں دیں۔ فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (حٰمٓ السجدہ:34) تم برائی کو اچھائی کے ساتھ دھکیلو۔

لوگ اگر برائی کا معاملہ کرتے ہیں تو تم اچھائی کا معاملہ کرو۔ ایک آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ بہت بدتمیزی کا معاملہ کر رہا تھا۔ وہ آپ علیہ السّلام کو گالیاں دے رہا تھا۔ دیکھنے والے کو بڑی حیرت ہوئی۔ چنانچہ اس نے کہا: حضرت! یہ آپ کے ساتھ ایسے رف الفاظ کا استعمال کر رہا ہے اور آپ پھر بھی اسے دعا دے رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ

ہر برتن میں سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔

اس میں شر بھرا ہوا تھا اس لیے شر نکل رہا تھا اور میرے اندر خیر ڈالی ہوئی ہے اس لیے میرے اندر سے خیر

نکل رہی تھی۔

تو شریعت نے ہمیں یہ قانون بتایا کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی بھی کرے تو تم اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو۔ اس لیے کہ اگر کوئی بندہ ناپاک کپڑے دھونا چاہے تو وہ پیشاب سے کبھی پاک نہیں ہوتے، بلکہ ناپاک کپڑے کو دھونے کے لیے پاک پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح برائی کو برائی کے ذریعے ختم نہیں کیا جا سکتا بلکہ برائی کو ختم کرنے کے لیے اچھائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد:22)

جو لوگ برائی کے بدلے میں اچھائی کا معاملہ کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بہترین ٹھکانہ عطا فرمائیں گے۔

اگر کوئی بندہ برائی کا انتقام لینا چاہے تو شریعت نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ کتنی؟...... جتنی برائی کی گئی۔ اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل:126) اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا معاملہ کریں تو جتنا کریں تم اتنا جواب دے سکتے ہو۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (النحل:126) اگر تم صبر کرلو تو صبر کرنے والوں کے لیے یہ بہت اچھی بات ہے۔

تو شریعت نے ہمیں معاف کرنا اور صبر کرنا سکھایا ہے۔ یہی انسانیت ہے۔

نبیء رحمت ﷺ کی تحمل مزاجی کی روشن مثالیں:

نبی رحمت ﷺ کی مبارک زندگی میں عفو و درگزر، تحمل، برداشت اور دوسروں کو معاف کرنے کی ایسی

مثالیں ملتی ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ تاریخ انسانیت میں کسی نے دوسروں کی غلطیوں کو اتنا معاف نہیں کیا جتنا رسول اللہ ﷺ نے اپنے دشمنوں کی غلطیوں کو معاف کیا۔ میرے آقا ﷺ کا یہ عمل ہم سب کے لیے باعث تقلید ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت و اختیار کے باوجود عفو و درگزر انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی میں اس طرح جمع نہیں ہوئے جیسے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زندگی میں جمع ہوئے۔''

قاضی عیاضؒ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَا یَزِیْدُ مِنْ کَثْرَۃِ الْاَ ذٰی اِلَّاصَبْراً اور ان کو دشمن جتنی تکلیف پہنچاتے تھے اتنا ان کا صبر بھی بڑھتا تھا۔

وَ عَلٰی اِسْرَافِ الْجَاھِلِ اِلَّا حِلْمًا اور جاہل جتنا ان کے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے تھے ان کا حلم اتنا زیادہ ہو جاتا تھا۔

آپ نے دیکھا ہوگا انسان کی قوتِ برداشت کا سب سے زیادہ مظاہرہ اپنے قریب والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ، ماتحتوں کے ساتھ، نوکروں اور خادموں کے ساتھ...... نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک زندگی میں دیکھیں۔ جو جتنا زیادہ قریب تھا وہ نبی علیہ السّلام سے اتنا ہی زیادہ محبّت کرنے والا تھا۔

ماتحتوں کے ساتھ تحمل مزاجی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لڑکپن میں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں آیا اور دس سال تک نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں رہا۔ ان دس سالوں میں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نہ تو مجھے کبھی مارا، نہ مجھے کبھی ڈانٹا اور نہ ہی مجھے کبھی دھمکایا۔ دس سالوں میں ایک مرتبہ بھی ایسی نوبت نہ آئی سبحان اللہ!! تربیت کا یہ انداز دیکھیے اس کے برعکس ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ہر دوسرے چوتھے روز بیوی بچوں کو ایسی تیز نظروں سے دیکھتے ہیں کہ اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم ان کو روئے زمین کی بجائے زیرِ زمین ہی بھیج دیتے۔

ایک نوجوان تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جہاں کہیں ان کو اچھی کھجور کا درخت ملتا وہ کھجور توڑ کر کھا لیتے تھے۔ علاقے کا دستور یہ تھا کہ اگر پھل کہیں گرا پڑا ہو تو جو چاہے اٹھا کے کھالے، اس بات کی عام اجازت تھی، لیکن درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑنے کے لیے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ نوجوان تھے۔ ان کو جہاں پھل پسند آتا، درخت پر چڑھ جاتے اور خوشہ توڑ کر کھانا شروع کر دیتے۔

ایک مرتبہ ایک مالک نے ان کو پکڑ لیا اور اس نے ان کو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ نوجوان کہتے ہیں کہ جب مجھے نبی علیہ السّلام کے پاس لایا گیا تو پہلے تو میں بڑا ڈرا کہ آج میرا ہاتھ کٹے گا۔ لیکن جب اس مالک نے بتایا کہ یہ نوجوان میری کھجوریں توڑتا ہے تو نبی علیہ السّلام نے میری طرف دیکھا اور مجھے بلایا، جب میں قریب گیا تو نبی علیہ السّلام نے شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ میرا آدھا خوف تو وہیں ختم ہو گیا۔ پھر نبی علیہ السّلام نے مجھ سے سوال پوچھا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے بتایا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھوک لگتی ہے تو میں کھجوریں توڑ کر کھا لیتا ہوں۔ تو نبی

علیہ السّلام نے ڈانٹا نہیں۔ بلکہ جواب میں سمجھایا کہ دیکھو، نیچے گری ہوئی کھجور ہو تو اٹھا کر کھالیا کرو، اس کی اجازت ہوتی ہے۔ البتہ درخت پر چڑھ کر توڑنا مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ میں نے اسی وقت کہا: جی میں آج کے بعد ایسا نہیں کروں گا۔ نبی علیہ السّلام نے جب میری زبان سے یہ الفاظ سنے تو آپ خوش ہوئے اور پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی،

''اے اللہ! اس کے فقر کو ختم کر دے۔ اس کی بھوک کو ختم کر دے۔''

کہتے ہیں کہ نبی علیہ السّلام کی زبان فیض ترجمان سے دعا سننے کے بعد میرے دل میں ایسی ٹھنڈک پڑی کہ اس کے بعد میں نے زندگی میں یہ عمل کبھی دوبارہ نہیں کیا یہ ہوئی ہے اصلاح کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اور ہم اصلاح کیسے کرتے ہیں؟ جو جتنا زیادہ قریبی ہوتا ہے اتنا ہی اس سے زیادہ غصے سے پیش آتے ہیں۔

شیطان نے آج کے دور میں گناہوں کو نئے نام دے دیے ہیں، لفظوں کو بدل دیا ہے تاکہ لوگ گناہ چھوڑ نہ سکیں۔ چنانچہ غیبت کا نام گپ شپ رکھ دیا جھوٹ کا نام بہانہ رکھ دیا۔ عورت کہے گی کہ میں نے خاوند کے سامنے بہانہ کر دیا۔ وہ بہانہ نہیں بلکہ جھوٹ ہوتا ہے۔ خوبصورت نام اس لیے رکھ دیے کہ گناہ سے نفرت نہ ہو اسی طرح غصے کا نام جلال رکھ دیا۔ او جی اس کی بڑی جلالی طبیعت ہے۔ شیطان اس کے دل میں یہ بات نہیں ڈالے گا کہ تجھے بے جا غصہ آتا ہے، بلکہ بڑا اجلال آتا ہے۔ کیا ہی خوبصورت نام رکھ دیا !!! تاکہ یہ گناہ چھوٹنے نہ پائے نبی علیہ السّلام نے بھی اصلاح فرمائی مگر درمیان میں جلال کا تو کہیں تذکرہ نہیں آیا۔ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے جمال سے ایک برائی کو دل سے ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دیا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اپنے ماتحتوں کے ساتھ عفو و درگزر کا یہ معاملہ تھا۔

اہل خانہ کے ساتھ تحمل مزاجی:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر رحیم و کریم تھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اگر میں کبھی کسی بات پر غصے میں آجاتی تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مسکرا کر میری طرف دیکھتے اور فرماتے: اے مُنّی سی عائشہ!''

عمر تھوڑی تھی اس لیے فرماتے ''اے مُنّی سی عائشہ!''۔ اب دیکھیے کہ اس ایک لفظ میں کتنے پیار کا میسج ہے جو بیوی کو پہنچ رہا ہے۔

......ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کسی بات پر نبی علیہ السّلام سے گفتگو کر رہی تھیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: ابو بکر! ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ انہوں نے کہا: بہت اچھا۔ معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! تم بتاؤ گی یا میں بتاؤں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیں، مگر ٹھیک ٹھیک بتائیں۔ بیوی کا آخر ناز کا تعلّق ہوتا ہے۔ جیسے ہی انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیں مگر ٹھیک ٹھیک بتائیں، تو سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے سیدہ عائشہؓ کو ایک تھپّڑ لگا دیا اور کہا، تجھے تیری ماں روئے، کیا نبی علیہ السّلام ٹھیک ٹھیک نہیں بتائیں گے؟ جب تھپّڑ لگا تو سیدہ عائشہؓ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیچھے آ کر چھپ گئیں تاکہ ابو سے دوسرا تھپّڑ نہ پڑ جائے۔ نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ ابو بکر! ہم نے آپ سے فیصلہ کروانا تھا، کسی کو سزا تو نہیں دلوانی تھی۔ اچھا آپ جائیں ہم اپنا فیصلہ خود کر لیتے ہیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ چلے گئے اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سیدہ عائشہؓ کی طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا:

''دیکھا! دوسرے تھپّڑ سے تجھے میں نے بچایا ہے نا۔''

بس اتنی سی بات سے آپس کی بات ختم ہوگئی۔

طائف والوں کے لیے بد دعا سے انکار:

جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ مہمان کو کھانا تک نہ پوچھا، پانی بھی نہ پلایا، بلکہ نوجوانوں سے کہا کہ ان کو شہر میں ٹھہرنے بھی نہ دو۔ نوجوانوں نے پتھر مارے۔ نعلین مبارک لہو سے بھر گئے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھکے ہوئے تھے۔ آپ بیٹھنا چاہتے تھے مگر وہ نوجوان پھر آپ کو اٹھا دیتے تھے۔ اتنی ایذا پہنچائی کہ نو سال کے بعد ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کی زندگی میں سب سے زیادہ مشقّت بھرا دن کون سا تھا؟ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

”وہ طائف کا دن تھا، نو سال گزر گئے مگر مجھے آج بھی اس دن کی تکلیف یاد ہے۔“

اللہ اکبر!!...... انہوں نے اتنی تکلیف تو دی تھی جو نو سال تک یاد رہی۔

جب آپ ﷺ شہر سے باہر آئے تو فرشتے حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السّلام نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ پہاڑوں پر مامور فرشتہ ہے۔ آپ اگر اجازت دیں تو دو پہاڑوں کو ٹکرا کر پوری بستی کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: نہیں اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اولادوں میں اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگ پیدا کر دیں جو میرے کلمے کو قبول کرنے والے ہوں۔ بد دعا کے موقع پر دعا کر دینا۔ یہ میرے آقا ﷺ کی امتیازی شان تھی۔ ورنہ عام دستور تو یہ تھا کہ ان کے تکلیف پہنچانے سے بد دعا کے الفاظ نکلتے۔

دندان مبارک شہید ہونے پر بھی دعائیں:

غزوہء احد میں جب کفار نے زور کیا، اس وقت نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دانت مبارک بھی شہید

ہوئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ صحابہ کرام موجود تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا اور ایک صحابیؓ نے بڑھ کر کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ان کافروں کے لیے بددعا ہی کر دیجیے۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔''

پھر نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

دشمنوں کے لیے گندم کی فراہمی کا حکم:

جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ہجرت فرمائی تو مدینہ طیبہ میں کچھ عرصہ کے بعد کافروں کا ایک سردار آیا۔ وہ یمامہ کے لوگوں کا سردار تھا۔ اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ وہ ایمان لے آیا۔ اس کے بعد واپس چلا گیا۔

اہل مکہ کو اپنی ضرورت کے لیے گندم یمامہ سے منگوانی پڑتی تھی۔ جب وہ سردار ایمان لے آیا تو اگلی مرتبہ اس نے قریشِ مکہ کو گندم بیچنے سے انکار کر دیا بھئی! مالک کی مرضی ہوتی ہے کہ جس کو چاہے بیچے جس کو چاہے نہ بیچے، اس نے انکار کر دیا۔ گندم کی کمی ہو گئی۔ اہل مکہ فاقوں پہ مجبور ہو گئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو قریش مکہ نے اپنا ایک وفد نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف بھیجا اب یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ

ظالم لوگ تھے جنہوں نے صحابہ کو بھی تکالیف پہنچائیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تیرہ سال تک تکلیفیں پہنچائیں......انہوں نے نبی علیہ السّلام کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ ہم لوگ فاقوں کا شکار ہو چکے ہیں، آپ ہی اس بندے کو (ثمامہ بن اثال) کو کہہ دیں کہ وہ ہمیں گندم دینا شروع کر دے۔ آپ ﷺ نے جواب میں ان کو کوئی بات نہ کہی اور ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی طرف آپ نے فوراً پیغام بھیجا۔

''تم حسبِ دستور اہل مکہ کو گندم دو تاکہ وہ فاقوں پر مجبور نہ ہو جائیں۔''

چنانچہ نبی علیہ السّلام کے حکم پر گندم ان لوگوں کو پہنچائی گئی، جو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک جان کے دشمن تھے۔ کیا ہم اپنی زندگی کا کوئی ایک واقعہ پیش کر سکتے ہیں کہ ہمارا کوئی ایسا دشمن ہو اور پھر ہم نے اس کے ساتھ ایسا اچھائی کا معاملہ کیا ہو!

بیٹی کے قاتل کو معافی کا پروانہ:

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی شادی اپنے کزن ابوالعاص سے ہوئی۔ ایک موقع پر ابوالعاص نے ان کو اجازت دی کہ اگر آپ چاہیں تو میرے پاس مکہ مکرمہ میں رہیں اور اگر چاہیں تو مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کا ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی کنانہ سے کہا کہ تم ان کو مدینہ میں چھوڑ آؤ۔ ادھر سے نبی علیہ السّلام نے بھی صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا تھا جو مکہ سے تھوڑے فاصلے پر انتظار میں تھے۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔

جب مکہ سے باہر نکلنے لگیں تو کافروں کو پتہ چل گیا۔ ابوسفیان سب سے زیادہ خفا تھا کہ یہ تو قریشِ مکہ کی بڑی بے عزتی ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السّلام کی بیٹی دن دیہاڑے اتنی جرأت کے ساتھ چلی جائے

اور ہم اس کا راستہ نہ روک سکیں، چنانچہ وہ آیا اور کہنے لگا: ہم اس کو جانے نہیں دیں گے۔

اس موقع پر ایک نوجوان حبار بن الاسود بھی موجود تھا جو حضرت زینبؓ کا رشتے میں کزن لگتا تھا بعض اوقات قریبی رشتہ دار ہی وقت آنے پر زیادہ تکلیف کا باعث بنتے ہیں اس نے آکر حضرت زینبؓ کی سواری کی ٹانگ پر وار کیا۔ جب اونٹنی پر وار ہوا تو وہ اونٹنی بدکی اور سیدہ زینبؓ نیچے گر پڑیں۔ اس وقت وہ امید سے بھی تھیں۔ نیچے پتھریلی زمین تھی۔ چنانچہ حاملہ حالت میں اونٹ کی بلندی سے عورت گرے تو کیا ہوتا ہے؟ وہی ہوا کہ بالآخر حمل ضائع ہو گیا۔ اس قریبی رشتہ دار کی وجہ سے اتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

خیر، ابوسفیان نے کہا کہ آج تم ان کو واپس لے جاؤ اور کل چپکے سے اس کو یہاں سے نکال لینا، ہم پھر اس کا راستہ نہیں روکیں گے۔ بات کرنے والوں کو ہم اتنا تو کہہ دیں گے کہ ہاں ہم نے ایک مرتبہ ان کا راستہ روکا تھا۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کو اسی تکلیف کی حالت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑا۔ اس زمانے میں سواری پر اس سفر کے لیے پندرہ دن لگتے تھے۔ سوچیں کہ ایسی تکلیف اور پھر مشقّت بھرا سفر۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچیں تو تکلیف کی وجہ سے ان کی حالت بہت بری ہو چکی تھی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جب اپنے جگر گوشہ کو اس حالت میں دیکھا تو مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور فرمایا کہ میری اس بیٹی کو دین کی خاطر جتنا ستایا گیا اتنا کسی دوسرے کو نہیں ستایا گیا۔ اور یہی زخم بالآخر بعد میں وفات کا سبب بھی بنا۔

اب سوچیے کہ جو بندہ ایسا زخم لگائے کہ بیٹی کی موت ہی واقع ہو جائے وہ کتنا بڑا دشمن ہوتا ہے! بندے کا بس چلے تو اس کا گلا ہی گھونٹ دے، اور اس کی گردن جسم سے جدا کر دے، لیکن ہوا کیا؟ جب مکہ فتح ہوا

تو حبار بن الاسود کو بھی اپنے کیے کا پتہ تھا۔ وہ جدہ کی طرف بھاگا کہ میں کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔ راستے میں خیال آیا کہ میں نے جو کیا سو کیا، مگر سنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السّلام تو بہت معاف کرنے والے ہیں، چلو آزما ہی لیتا ہوں۔

چنانچہ وہ واپس آیا اور آتے ہی نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں کہنے لگا: جی آپ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے واقعی بہت برا کام کیا تھا۔ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے اپنی بیٹی کے اس قاتل کے گناہ کو بھی معاف کر دیا ہم لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو معاف نہیں کر سکتے۔ او جی فلاں نے محفل میں یوں کہا! فلاں نے میرے بارے میں یوں کہا! ہم ان کو معاف نہیں کر سکتے، اور ایسے شخص کو معاف کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

صفوان بن امیہ کے ساتھ عفو و درگزر:

مکہ مکرمہ میں ایک اسلحہ ڈیلر تھا۔ اس کا نام صفوان بن امیہ تھا۔ یہ اس زمانے میں اتنا بڑا اسلحہ ڈیلر تھا کہ اس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں نیزے اور تلواریں سٹاک میں موجود رہتے تھے۔ جب قبیلے آپس میں لڑتے تھے تو اس سے ہتھیار کرایہ پر لے جاتے تھے۔ حتی کہ جب غزوۂ حنین کے لیے نبی علیہ السّلام تشریف لے جانے لگے تو خود نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس سے تلواریں اور نیزے ادھار لیے تھے۔ اس نے ایک آدمی کو تیار کیا جس کا نام عمیر بن وہب تھا۔ اس سے کہا کہ دیکھو، تمہارے اہلِ خانہ کے خرچہ کی ساری ذمہ داری میں لیتا ہوں، پوری زندگی ان کو میں خرچہ دوں گا۔ یہ تلوار میں آپ کو دے رہا ہوں، یہ زہر میں بجھی ہوئی ہے۔ اس کو لے کر مدینہ منورہ جاؤ اور مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السّلام پر حملہ کرو۔ اس کو پکا یقین تھا کہ اگر اس تلوار کی خراش بھی لگ گئی تو وہ دوسرے بندے کے مرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ وہ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ عمیر اس کے لئے تیار ہو گیا۔

چنانچہ وہ مدینہ طیبہ آیا۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ ایک صحابیؓ نے اسے دیکھا تو انہیں احساس ہوا کہ "بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں" چنانچہ انہوں نے عمیر کو گرفتار کر لیا اور نبی علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے صفوان بن امیہ نے اس مشن کے لیے روانہ کیا تھا۔ اب آپ مجھے معاف فرما دیں کیونکہ میں غربت سے تنگ ہو کر یہ کام کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر بن وھب کو بھی معاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ واپس مکہ مکرمہ چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو عمیر بن وہب نے تو آ کر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ لیکن صفوان بن امیہ کو پکا پتہ تھا کہ میرے تو قتل کے احکام جاری ہو جائیں گے، چنانچہ وہ جان بچا کر بھاگا۔ وہ چاہتا تھا کہ یمن چلا جائے لیکن عمیر بن وھب نے جب اسلام قبول کیا تو اس نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ، اے اللہ کے نبی ﷺ! صفوان بن امیہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس کی جان کو امان دے دیں، بخش دیں۔ نبی علیہ السّلام نے معاف فرما دیا۔

عمیر کہنے لگا کہ اگر میں صفوان کو آپ کی طرف سے معافی کا بتاؤں گا بھی، تو وہ میری بات کا یقین نہیں کرے گا، لہٰذا آپ کوئی نشانی دے دیں تا کہ اس کو یقین آ جائے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنا مبارک عمامہ اتار کر دے دیا اور فرمایا کہ میرا عمامہ اس کے پاس لے جاؤ، یہ نشانی کے طور پر اسے دکھا دینا۔

اب عمیر بن وہب چلے۔ راستے میں صفوان ملے اور کہا کہ صفوان! آئیں واپس چلیں۔ اس نے کہا کہ مجھے جان کا خطرہ ہے۔ عمیر نے کہا: میں ان سے جان بخشی کا وعدہ لے چکا ہوں۔ اس نے پوچھا: تیرے

پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ عمیر کہنے لگے: دیکھو وہ اتنے رحیم وکریم ہیں کہ انہوں نے اپنا عمامہ بطور نشانی عطا فرما دیا ہے۔ جب صفوان نے عمامہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ چنانچہ وہ واپس آیا اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا، میں نے سنا ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں۔ کہنے لگا کہ میں نے تو ابھی اسلام لانے کا ارادہ نہیں کیا۔ آپ مجھے دو مہینے کی مہلت دے دیں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دو مہینے کی بجائے چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں، جب تمہارا جی چاہے اس وقت کلمہ پڑھ لینا۔ اللہ رب العزت نے صفوان کے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ چار مہینے گزرنے سے پہلے اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

زہر کھلانے والی عورت کی معافی:

جب خیبر فتح ہوا تو ایک یہودیہ عورت نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لیے کھانا بھجوایا جس میں زہر تھی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لقمہ منہ میں ڈالا کہ فوراً پہچان لیا، لیکن زہر نے اپنا اثر کر دیا۔ یہودیہ عورت کو پکڑا گیا اور اس نے اپنا جرم تسلیم بھی کر لیا، لیکن اس نے معافی مانگ لی۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ عورت کو بھی معاف فرما دیا۔

ابو جہل کے بیٹے کی معافی:

جب مکہ فتح ہوا تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو بہت ڈر تھا کہ میرے والد نے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا اب اس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ یہ فتح مکہ کے دن وہاں سے بھاگ گئے۔ ان کی بیوی حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کلمہ پڑھ لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگیں، جی آپ میرے خاوند کو بھی معاف فرما دیجئے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان کو بھی معاف کر دیا۔

اب امِ حکیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کو تلاش کرنے کے لیے نکلیں۔ جب ایک جگہ دریا کے کنارے پر پہنچیں تو پتہ چلا کہ خاوند کشتی کے ذریعے ابھی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ انہوں نے بھی کشتی کرایہ پر لے لی اور ملاح سے کہا کہ ذرا جلدی چلو کہ مجھے اگلی کشتی میں سوار ایک آدمی سے ملنا ہے۔ چنانچہ دریا میں کشتی کے سامنے کشتی لائی گئی اور انہوں نے اپنے خاوند سے پوچھا: جی آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ کہا کہ میں آپ کی جان کی امان لے کر آئی ہوں، چلیں اپنے گھر چلتے ہیں۔ وہیں زندگی گزاریں گے۔

چنانچہ عکرمہ واپس آ گئے اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آئے۔ ابھی دور ہی تھے کہ ایک صحابی کی نظر پڑی تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کو بتائیں کہ ابوجہل کا بیٹا آیا ہے۔ وہ اتنا بڑا دشمن ہے۔ نبی علیہ السّلام لیٹے ہوئے تھے۔ جیسے ہی ان صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی عکرمہ آئے ہیں۔ تو نبی علیہ السّلام جلدی سے اٹھے، سر پر عمامہ رکھنے کا وقت بھی نہ ملا اور فوراً باہر نکل کر فرمایا:

”اے مہاجر سوار! تیرا آنا مبارک ہو۔“

ابوجہل وہی تھا جس نے نبی علیہ السّلام کو شہید کرنے کی پلاننگ کی تھی۔ اس کے بیٹے کے ساتھ بھی ایسا عفو ودرگزر کا معاملہ......!!!

ابوسفیانؓ کی معافی کا اعلان:

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجیے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو شہید کرنے کے مشورے میں بھی وہ موجود تھے۔ اور غزوہ خندق کے موقع پر تو وہ کافروں کے بہت بڑے لیڈر بن کر آئے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السّلام نے ان کو بھی معاف کر دیا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا:

من دخل دار ابی سفیان کان امنا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ بھی امان پا گیا۔

ہندہ کے ساتھ عفو و درگزر:

ابوسفیان کی بیوی کا نام ''ہندہ'' تھا۔ یہ بہت ہی زیادہ جابر عورت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام وحشی کے ذریعے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں شہید کروایا تھا۔ اس نے منت مانی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو یہ آئی، اس نے خنجر سے آپ کے سینہ کو چیرا، جسم سے دل بھی نکال دیا اور کلیجے کو چبایا، پھر کان کاٹے، پھر آنکھیں نکالیں۔ گویا لاش کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

جب نبی علیہ السّلام نے اپنے چچا کی لاش کو دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی لاش دیکھنے سے منع کر دیا تھا اور فرمایا کہ اس کی لاش دیکھنے نہ آنا، تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنے چچا کی اس المناک شہادت پر بہت صدمہ ہوا کیونکہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین قسم کا رشتہ تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السّلام کے چچا بھی تھے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دوست بھی تھے۔ اور

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دودھ شریک (رضائی) بھائی بھی تھے، کیونکہ ایک باندی نے دونوں کو بچپن میں دودھ بھی پلایا تھا۔

سوچیے اس المناک واقعہ کی وجہ سے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دل پر کتنا گہرا زخم لگا ہو گا۔

جب مکہ فتح ہوا تو وہ ہندہ جس نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چچا کے ساتھ یہ سارا معاملہ کیا تھا وہ آئی، اس نے کلمہ پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے پر اس کی اس غلطی کو معاف فرما دیا۔

وحشی کی معافی کا معاملہ:

اس سے بھی بڑھ کر یہ بات دیکھیے کہ وہ وحشی جس نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ پہلے تو اس نے بھی بھاگنے کی سوچی، پھر کہنے لگا: نہیں جاتا، بلکہ سیدھا نبی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ سامنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب سے آئے اور اونچی آواز سے کلمہ پڑھ دیا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وحشی نظر آئے۔ اب تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے تھے، نبی علیہ السّلام نے ان کے کلمہ پڑھنے کو قبول کر کے ان کو معاف بھی کر دیا۔ البتہ اتنا فرما دیا: وحشی! اتنا زیادہ سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا یاد آجاتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عفو و درگزر کی ہزاروں مثالیں آپ کو ملیں گیں۔ تاریخِ انسانیت میں کوئی دوسری ایسی مثال نہیں کہ کسی نے اپنے دشمنوں کو اتنا معاف کیا ہو۔

عثمان بن طلحہ کے ساتھ تحمل مزاجی کا مظاہرہ:

جب مکہ فتح ہوا تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ یہ وہ شخص تھا جس کے پاس بیت اللہ شریف کی کنجی تھی۔ جب وہ آئے تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: ''بیت اللہ کی کنجی دو۔'' اس نے کنجی دے دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا۔ اندر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ بھی ساتھ تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے اندر عبادت کر لی اور پھر دعا بھی مانگ لی اور باہر نکلنے لگے تو جو جلیل القدر صحابہؓ ساتھ تھے ان میں سے ہر ایک کے دل کی تمنا تھی کہ یہ کنجی ہمیں ملے...... دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ جب کسی کو حکومت ملتی ہے تو وہ اسی کو نوازتا ہے جو اس کا اپنا ہوتا ہے۔ اور جو مخالف ہو اس کے منہ سے تو لقمہ بھی چھیننے کی کوشش کی جاتی ہے...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، سب جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے اور ہر ایک

کے دل کی تمنا یہ تھی کہ بیت اللہ کی کنجی ہمیں دی جائے۔اور کنجی بردار بننے کی سعادت ہمیں نصیب ہو جائے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بیت اللہ کا دروازہ بند کروایا، باہر تشریف لائے، عثمان بن طلحہ کھڑا تھا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسے بلا کر فرمایا:

''عثمان! کیا تجھے وہ ہجرت والا دن یاد ہے جب میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانا چاہتا تھا اور میرے دل کی بڑی تمنا تھی کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر اپنے رب کی عبادت کروں؟ اس وقت میں نے تمہیں کہا تھا کہ بیت اللہ کا دروازہ کھولو اور تم نے کھولنے سے انکار کر دیا تھا۔اس وقت میں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ جس حیثیت سے آج تم کھڑے ہو اس حیثیت میں میں ہوں گا اور جس حیثیت میں میں کھڑا ہوں اس حیثیت میں تم ہو گے۔عثمان! میرے اللہ نے میری بات کو پورا فرما دیا۔ آج تیرے ہاتھ خالی ہیں اور بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے، لیکن عثمان! میں تیرے ساتھ وہ نہیں کروں گا جو تو نے میرے ساتھ کیا تھا، میں یہ بیت اللہ کی کنجی تمہیں ہی واپس دیتا ہوں۔ یہ قیامت تک تمہاری نسل میں باقی رہے گی'' اللہ اکبر کبیراً

فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان:

فتح مکہ کے دن نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حجر اسود کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ مکہ کے بڑے بڑے سردار سامنے ہیں، اور ان کے سر جھکے ہوئے ہیں۔ان کو اپنا کیا یاد تھا کہ جب مسلمان یہاں تھے تو ہم نے

بلال رضی اللہ عنہ کو کیسی کیسی سزائیں دیں!؟

خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک کیا!؟

خباب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا!؟

سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا کیا!؟

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا کیا!؟

خود نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کیا کیا تکلیفیں پہنچائیں!؟

ان کو یہ سب کچھ یاد تھا۔اور آج ان کے دل کہہ رہے تھے کہ پتہ نہیں ہم سے کیسے بدلہ لیا جائے گا؟ سر جھکے ہوئے تھے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس وقت ارشاد فرمایا: بتاؤ! تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ وہ کہنے لگے: آپ کریم ہیں، ہم توقع رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ کرم کا معاملہ فرمائیں گے...... نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کہہ سکتے تھے کہ مجھے وہ تیرہ سالہ زندگی کی باتیں اب بھی یاد ہیں...... ”مجھے یاد ہے وہ ذرہ ذرہ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو“...... نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے انہیں عار نہیں دلائی، طعنہ نہیں دیا، البتہ اتنا فرمایا کہ ہاں میں تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔انہوں نے فرمایا تھا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (یوسف:92) آج کے دن تم کو کچھ ملامت نہیں۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان سرداران قریش کی تمام غلطیوں کو معاف فرمادیا۔

حیوانیت کی بجائے انسانیت اپنائیں:

آج ہم ذرا ذرا سی بات پر بپھر جاتے ہیں، آپے میں نہیں رہتے۔خاوند معمولی سی بات پر طلاق کی دھمکی دے دیتا ہے۔بیوی بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضد کر جاتی ہے۔آپس میں ہی ایک دوسرے کے ساتھ الجھے رہتے ہیں اور پھر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم سے بڑا دیندار ہی کوئی نہیں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک زندگی ہمارے سامنے ہے۔اب ہم دیکھیں کہ ہم اپنے اندر کتنا عفو و درگزر پاتے ہیں؟ معمولی غلطی پر

متنفّر ہو جانا اور دوریاں پیدا کر لینا، آجکل یہ عام سی عادت بن گئی ہے۔ اللہ کے بندو! فرشتے کہاں سے لاؤ گے؟ انہی انسانوں کے ساتھ مل کر ہی رہنا ہے۔ ایک بات کی وجہ سے اس بندے کی تمام خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، خاوند کی ایک غلطی پر بیوی ایسے معاملہ کرتی ہے جیسے اس نے اس کے پاس خیر دیکھی ہی نہیں۔ بیوی کی معمولی غلطی پر خاوند اسے سمجھتا ہے کہ اس سے بری عورت دنیا میں کوئی اور ہے ہی نہیں۔ یہ کیا ہے؟...... اس کو تربیت نہیں کہتے حسنِ اخلاق نہیں کہتے، یہ انسانیت کم ہے، حیوانیت زیادہ ہے۔ ہمیں اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنے ہیں۔ ہم درگزر کا معاملہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن ہمارے قصوروں کو بھی جلدی معاف کر دے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''جو انسان دنیا میں دوسروں کے قصوروں کو جلدی معاف کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قصوروں کو بھی جلدی معاف فرما دیں گے''۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے کوئی نقصان ہو گیا۔ وہ نقصان اتنا بڑا تھا کہ اسے خاوند چاہتا تو طلاق دے دیتا یا اگر وہ چاہتا تو سزا دیتا لیکن اس نے دیکھا کہ بیوی بہت شرمندہ ہے، منت سماجت کر رہی ہے، چنانچہ اس نے کہا: کوئی بات نہیں، اللہ کی بندی غلطی کر بیٹھی ہے، غلط فیصلہ کر بیٹھی ہے، چلو میں نے معاف کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی وفات ہوگئی۔ خواب میں کسی سے اس کی ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہ سناؤ آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا: اللہ کے حضور میری پیشی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاح موقع پر تم نے اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کر معاف کیا تھا، آج میں بھی تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کرتا ہوں۔

اختلافِ رائے کو دشمنی بنانے سے بچیں:

اولیاء اللہ کا یہی خُلق رہا ہے کہ وہ دوسروں کو معاف کرتے رہے ہیں۔ ہم بھی ایک دوسرے کو برداشت

کرنا سیکھیں، ذرا سی بات پہ اختلاف رائے کو دشمنی نہ بنایا کریں۔ اللہ کی شان، ایک ہی مسجد ہوتی ہے......ایک ہی مسجد کے دو نمازی......ادھر بھی داڑھی، ادھر بھی داڑھی......ادھر بھی دین کا نام، ادھر بھی دین کا نام......اور آپس الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ہمیں معاف کرنا تو آتا ہی نہیں۔

To run a big show one should have a big heart.

اچھی زندگی گزارنے کے لیے بندے کو بڑا دل کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ ہم اپنا دل بڑا کر لیں، برائی کا جواب اچھائی میں دینا، یہ قرآن مجید کی تعلیمات ہیں۔

آپ یہ سوچیں کہ برائی کا بدلہ اچھائی میں دینے کی صورت میں تو ہم نقصان میں رہیں گے، نہیں آپ نقصان میں نہیں رہیں گے۔ اس لیے کہ اگر آپ صبر کریں گے تو یاد رکھیں کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اپنے پلڑے میں اللہ کی مدد کا وزن لے لیا تو آپ کا پلڑا تو پوری دنیا سے بھاری ہو جائے گا۔ یہ معاف کرنا اللہ رب العزت کی صفت ہے۔ جو معاف کرے گا، اسے اللہ کی رحمت میں سے زیادہ حصہ نصیب ہوگا۔ البتہ لوگوں کی شر سے بچنے کے لیے قرآن مجید کی سورتیں اور آیات پڑھتے رہیے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہمیں بچائے رکھے۔

دس چیزیں دس چیزوں کو روکتی ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے:

عَشْرَةُ اَشْيَاءٍ تَمْنَعُ عَشْرَةَ اَشْيَاءٍ

دس چیزیں دس چیزوں کو روکتی ہیں

ذرا دل کے کانوں سے سنیے! اگر آپ ان پر عمل کریں گے تو آپ کو کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ فرمایا:

(۱) اَلْفَاتِحَةُ تَمْنَعُ غَضَبَ الرَّبِّ

(سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو روکتی ہے)

یعنی اگر بندہ سورۃ فاتحہ کثرت سے پڑھے تو وہ اللہ کے غصے سے بچ جاتا ہے۔

(۲) یٰسِیْنُ تَمْنَعُ عَطْشَ الْقِیَامَةِ

(سورۃ یسین روز قیامت کی پیاس کو روکتی ہے)

اگر سورۃ یسین پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پیاس سے بچالیں گے۔

(۳) اَلدُّخَانُ تَمْنَعُ مِنْ اَهْوَالِ الْقِیَامَةِ

(سورۃ دخان قیامت کی ہولنا کیوں سے روکتی ہے)

اگر ہم یہ سورۃ کثرت سے پڑھیں گے تو قیامت کے دن کی ہولنا کیوں سے بچ جائیں گے۔

(۴) اَلْوَاقِعَةُ تَمْنَعُ الْفَقْرَ وَالْفَاقَةَ

(سورۃ واقعہ فقر و فاقہ سے روکتی ہے)

جو لوگ مقروض رہتے ہیں یا جن کو اپنے رزق کی کمی کا شکوہ رہتا ہے، وہ سورۃ واقعہ کی روزانہ تلاوت کیا کریں، اللہ تعالیٰ ان کا فقر و فاقہ دور کر دیں گے۔

(۵) اَلْمُلْكُ تَمْنَعُ عَذَابَ الْقَبْرِ

(سورۃ ملک عذاب قبر سے روکتی ہے)

اس سورۃ کو روزانہ پڑھنے کی تاکید آتی ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السّلام رات کو سونے سے پہلے سورت ملک کی تلاوت فرماتے تھے۔ بلکہ خود نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ ’’قرآن مجید کی ایک سورت ہے

اس کی تیس آیات ہیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ وہ میرے ہر امتی کے دل میں ہو'' تو تیس آیات کو یاد کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ یہ تو عام آدمی بھی جو اپنے آپ کو زیادہ ذہین نہیں سمجھتا وہ بھی روزانہ ایک آیت زبانی یاد کرسکتا ہے، گویا اسے بھی ایک مہینے میں سورۃ ملک یاد ہو جائے گی۔

(۶) اَلْكَوْثَرُ تَمْنَعُ خُصُوْمَ الْخُصَمَاءِ

(سورۃ کوثر دشمنوں کے جھگڑوں سے روکتی ہے)

یعنی اس سورۃ کا پڑھنا جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑے سے بچا لیتا ہے۔ آپ سورۃ کوثر کی تلاوت کرلیا کریں، اللہ تعالیٰ جھگڑالو لوگوں سے بچالیں گے۔

(۷) اَلْكٰفِرُوْنَ تَمْنَعُ الْكُفْرَ عِنْدَ النَّزْعِ

(سورۃ کافرون حالتِ نزع میں کفر سے بچاتی ہے)

اللہ اکبر۔ اس سورۃ کی تلاوت کرنے والا موت کے وقت کفر سے بچ جائے گا۔

(۸) اَلْاِخْلَاصُ تَمْنَعُ النِّفَاقَ

(سورۃ اخلاص نفاق سے روکتی ہے)

اگر آدمی منافقت سے بچنا چاہے تو وہ سورۃ اخلاص کی تلاوت کثرت سے کیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دورنگی سے بچالیں گے۔

(۹) اَلْفَلَقُ تَمْنَعُ حَسَدَ الْحَاسِدِيْنَ

(سورۃ فلق حاسدوں کے حسد سے روکتی ہے)

(۱۰) وَالنَّاسُ تَمْنَعُ الْوَسَاوِسَ

(اور سورۃ الناس وساوس سے روکتی ہے)

جس کو نفسانی، شیطانی اور شہوانی وساوس تنگ کرتے ہوں وہ اگر سورۃ الناس کی تلاوت کرلے تو اللہ تعالیٰ وساوس سے اس کی حفاظت فرمالیتے ہیں۔

تو بھائی! اللہ کے بندوں سے جھگڑے کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ قرآن میں نسخہ شفاء موجود ہے۔ اسکی سورتیں پڑھ لیجیے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود جھگڑالو لوگوں سے، حاسدین سے اور ہر قسم کے مخالف سے حفاظت فرمائیں گے۔ البتہ ہم اپنے دل میں یہی نیت کریں کہ جس کسی نے ہمارے ساتھ برائی کا معاملہ کیا، ہم اپنی طرف سے اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کریں گے۔

حضرت گنج بخش لاہوریؒ کا واقعہ:

حضرت گنج بخش لاہوریؒ کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے، لوگوں نے ان کے ساتھ بد تمیزی کا معاملہ کیا۔ جب لوگوں نے بہت ہی زیادہ ان کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام کیا، اے میرے پیارے! یہ آپ کے ساتھ ایسا بدتمیزی کا معاملہ کر رہے ہیں، اور آپ عفوو درگزر کا مجسّمہ بن کر آرام سے بیٹھے ہیں، اگر آپ چاہیں تو میں کشتی الٹ دوں تاکہ یہ سب لوگ ڈوب جائیں۔ جیسے ہی ان کے دل میں یہ الہام ہوا، تو حضرتؒ نے فوراً ہاتھ اٹھائے، دعا مانگی، اے اللہ! اگر آپ کشتی کو الٹنا ہی چاہتے ہیں تو ان لوگوں کے دلوں کی کشتی کو الٹ دیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور اس کشتی میں جتنے مرد اور عورتیں سوار تھیں ان میں سے ہر ایک کو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ولایت کا مقام عطا فرمادیا یہ عفوو درگزر ہوتا ہے اور یہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں ہمیں اپنے اندر قوت برداشت

پیدا کرنی چاہیے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا سبق آموز صبر:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔ان کا ایک مرید حضرت کو ملنے کے لیے ان کے گھر پر آیا، دستک دی۔اندر سے جواب آیا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔اس نے پوچھ لیا: جی وہ کہاں گئے ہیں؟ تو آگے سے دو چار سخت باتیں سننا پڑیں کہ ہمیں کیا پتہ کہاں ہیں اتنا سختی سے جواب ملا کہ وہ حیران ہی رہ گیا، وہ سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت اتنے بڑے بزرگ ہیں اور گھر میں بیوی کا یہ جلال ہے۔ خیر وہ اس جنگل کی طرف چل پڑا، جہاں حضرتؒ گئے ہوئے تھے۔کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے حضرتؒ ایک شیر پر سوار ہو کر آ رہے ہیں۔وہ بڑا حیران ہوا۔ملاقات ہوئی، مگر وہ رہ نہ سکا، پوچھ بیٹھا کہ حضرت! آپ کا مقام تو ایسا ہے کہ شیر پر سوار ہیں اور گھر میں اس طرح کا معاملہ ہے۔تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں اپنی بیوی کی اس سختی کو برداشت کرتا ہوں اس کا پھل اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ شیر میرے بوجھ کو برداشت کرتا ہے اور مجھے اپنے اوپر سوار ہونے کی اجازت دیتا ہے صبر رائیگاں نہیں جاتا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو ولایت کا مقام کیسے ملا؟

حضرت مظہر جانِ جاناں i بھی ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔حضرت اقدس تھانوی i نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جمال کی تجلّی ڈالی تھی۔خود بھی بہت خوبصورت تھے اور ان کو صحیح چیز ہی اچھی لگتی تھی۔بہت نازک مزاج تھے۔

نازک مزاجی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ وقت کا بادشاہ ملنے کے لیے آیا۔تھوڑی دیر حضرتؒ کے پاس بیٹھا، اتنے میں پیاس لگی۔خادم تو کوئی قریب نہیں تھا اس لیے اس نے اجازت مانگی، حضرت! کیا میں آپ کے گھڑے سے پانی پی لوں؟ فرمایا: ضرور پیئیں۔اس نے دیکھا کہ گھڑے کے اوپر پیالہ رکھا ہوا تھا، اس

نے پیالہ اٹھایا اور گھڑے کا پانی پیا۔ جب دوبارہ پیالہ گھڑے پر رکھا تو ذرا ٹیڑھا رکھ دیا، پھر آ کر باتوں میں مصروف ہو گیا۔ اللہ والے برداشت کر لیتے ہیں آخر میں کہنے لگا: حضرت! آپ کے پاس خادم کوئی نہیں ہے، اجازت ہو تو میں آپ کی خدمت کے لیے کوئی خادم بھیج دوں۔ تو فرمایا: بادشاہ سلامت! آپ کا اپنا حال تو یہ ہے کہ آپ نے پانی پیا اور اس کے بعد پیالہ ٹیڑھا رکھ دیا، اسی وقت سے میرے سر میں درد ہو رہا ہے، اور اگر آپ کا خادم آ گیا تو پتہ نہیں وہ میرا کیا حشر کرے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی جمال کی تجلّی ڈالی تھی کہ بچپن میں بھی کسی بد صورت بندے کے پاس نہیں جاتے تھے۔ حالانکہ شیر خوارگی کی عمر تھی۔ ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ ان کا درجہ اور مقام کیا تھا؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کشف عطا فرمایا ہے کہ میں پوری دنیا کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے ہتھیلی پر پڑے ہوئے گندم کے دانے کو دیکھتا ہوں۔ اس کے بعد یہ کہتا ہوں کہ روئے زمین پر مرزا مظہر جانِ جاناں جیسا کوئی بزرگ اس وقت پوری دنیا میں موجود نہیں ہے۔'' ان کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصدیق موجود ہے۔

ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ ان کو الہام ہوا کہ اگر تم ولایت کے اونچے مرتبے چاہتے ہو تو فلاں عورت سے شادی کر لو، اس کی طبیعت میں بڑا غصہ اور جلال ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے اس عورت سے شادی کر لی۔ وہ عورت واقعی جلال والی تھی اور حضرتؒ اس کے غصے پر صبر کر لیتے۔ پھر اس صبر پر یہ اجر ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ولایت کا یہ درجہ عطا فرما دیا۔ حضرت اس کی تلخی ترشی برداشت کرتے رہتے تھے اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتے رہتے تھے۔

اللہ والوں کی دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں، ان دعاؤں کا نتیجہ دیکھیں۔ حضرتؒ کی زندگی میں تو اس بیوی

کا معاملہ ایسے ہی رہا، بالآخر حضرت کی وفات ہوگئی۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی اہلیہ محترمہ کو مدرسہ کے قریب پانی پت میں ایک مکان لے کر دیا۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مفسّر بھی تھے، محدث بھی تھے، فقیہ بھی تھے، صوفی بھی تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کو یہ مقام عطا کیا تھا، انہوں نے تفسیر مظہری بھی لکھی۔ ان کا ایسا مقام تھا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن اگر اللہ رب العزت نے پوچھا کہ تم میرے پاس کیا لائے ہو تو میں قاضی ثناء اللہ کو اللہ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ تو حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی وہ بیوی پانی پت میں رہنے لگی۔ مگر حضرتؒ کی دعائیں رنگ لائیں۔ اب حضرت کی اہلیہ کا دل نیکی کی طرف بہت ہی متوجہ ہوا۔ اکیلی رہتی تھیں، انہوں نے بچوں کو قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ ان بچوں سے ان کا فیض اتنا پھیلا، اتنا پھیلا کہ آج جو پانی پتی قرأت کا لہجہ معروف ہے، یہ اس خاتون کے پڑھائے ہوئے بچوں کا ہی ہے۔ آپ ذرا غور کریں تو پانی پتی لہجہ میں نسوانیت کا انداز نظر آتا ہے۔ یہ اصل میں حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کا لہجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لہجے کو ایسی قبولیت دی کہ آج پوری دنیا میں اس لہجے میں پڑھانے والے قراء دین کی خدمت کر رہے ہیں اور اس کا ثواب اس خاتون کو جا رہا ہے۔

معمولی عمل کی وجہ سے مغفرت:

دارالعلوم دیوبند کے جو پہلے معلّم تھے ان کا نام تھا ملّا محمود، اور جو پہلے طالب علم تھے ان کا نام تھا محمود حسن، جو بعد میں شیخ الہند بنے۔ تو پڑھانے والا بھی محمود اور پڑھنے والا بھی محمود، ملا محمود کی وفات ہو گئی۔ کسی کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمایا: ایک ایسے عمل کی وجہ سے مغفرت ہوگئی جو مجھے یاد بھی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا: جی کونسا عمل تھا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ بیوی روٹی

پکاتے ہوئے آٹے میں نمک ڈالنا بھول گئی۔ میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو محسوس بھی ہوا مگر میں نے جتلانا مناسب نہ سمجھا، برداشت کرلیا کہ آخر انسان ہے، بھول ہو ہی جاتی ہے۔ میرے اس برداشت کے عمل کو اللہ نے قبول کر کے میرے گناہوں کی مغفرت کر دی۔ اللہ اکبر!!!

ایک بزرگ کی تحمل مزاجی:

ایک بزرگ تھے۔ ان کو بیوی نے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا اور کہتی تھی کہ بس مجھے جدا کر دو۔ کسی قریبی رشتہ دار کو پتہ چلا۔ اس نے آ کر کہا کہ حضرت! سنا ہے کہ آپ کی بیوی آپ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ فرمانے لگے: ہاں میں کیسے غیبت کروں، وہ میری بیوی جو ہے؟ وہ چپ ہو گیا۔ بیوی کے اصرار پر بالآخر انہوں نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے بعد وہ رشتہ دار پھر آیا۔ کہنے لگا: سنا ہے کہ آپ نے طلاق دے دی ہے، مجھے اب تو ذرا تفصیل بتا دیں۔ فرمانے لگے: جب وہ میری بیوی تھی، تب تو میں نے اس کی غیبت کرنا گوارا نہیں کی تھی، اب تو وہ میرے لیے اجنبیہ ہو چکی ہے، میں اجنبیہ کی غیبت کیسے کروں؟......قوت برداشت دیکھیے۔

ایک خاتون کا صبر و تحمل:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بہن رملہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی۔ ایک موقع پر خاوند غصے میں آ گیا۔ وہ بولتا رہا، بولتا رہا، اور یہ چپ کر کے بیٹھی رہیں، سنتی ہی رہیں۔ خیر، اس نے جو اپنا جلال دکھانا تھا وہ دکھا دیا، کچھ دیر بعد بندہ خود ہی تھک جاتا ہے۔ جب وہ تھک کر چپ ہو گیا اور نارمل ہوا تو بیوی کو اندازہ ہو گیا کہ اب یہ نارمل بات کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خاوند کی طرف مسکرا کر دیکھا، ان کو مسکراتے دیکھ کر خاوند بھی مسکرایا۔ اس کو مسکراتا دیکھ کر فرمانے لگیں: مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تمہارا علاج مسکراہٹ کی ایک نظر ہے، میں نے تمہارے غصے کو برداشت کرلیا اور میری ایک ہی مسکراہٹ تمہارے

کام آگئی۔ جھگڑا ہی ختم ہو گیا عورتوں میں بھی ایسی قوت برداشت تھی۔ یہ قوت برداشت تو بہت ضروری ہے، ورنہ انسان دنیا میں بھی کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔

شکوے ہی شکوے:

اگر خود بندے کے اندر قوت برداشت نہ ہو تو اسے شکوے ہی شکوے ہوں گے۔

بیوی ہے تو خاوند سے شکوہ،

خاوند ہے تو بیوی سے شکوہ،

باپ ہے تو اولاد سے شکوہ،

اولاد ہے تو ماں باپ سے شکوہ،

پڑوسی ہے تو پڑوسی سے شکوہ،

چند دن پہلے ٹیلی فون پر کسی سے بات ہوئی۔ ان کو اللہ نے باہر ملک جانے کی توفیق دی ہوئی ہے جب پیٹ بھرا ہو تو پھر مزاج ویسا ہی بن جاتا ہے ان کو کچھ دن یہاں پاکستان میں رہنے کا موقع ملا۔ ذرا ذرا سی بات پر کہنے لگا: میں تو یہاں بہت پریشان ہوں، یہ پاکستانی ایسے ہوتے ہیں، ویسے ہوتے ہیں۔ میں نے بات تو ان کی سن لی، لیکن مجھے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ ان کے اندر قوتِ برداشت کتنی ہے اللہ نے اگر آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کی توفیق دی ہے تو کیا اب سارے پاکستانی ایک جیسے ہو گئے ہیں؟ کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کو کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟ تمہیں بھی اللہ باہر کے رزق کی بجائے یہیں رزق دے دیتا اور ساتھ فاقے دے دیتا تو پھر تمہارا کیا بنتا؟ تم بھی تو یہیں پیدا ہوئے تھے، یہیں پلے بڑھے۔ بات کرنے کا انداز دیکھو کہ جی یہ پاکستانی ایسے ہوتے ہیں۔ انہی پاکستانیوں سے علم پڑھنا ہے۔ انہی پاکستانیوں سے بیعت ہو کر تربیت کروانی ہے اور بات بھی انہی کے خلاف کرنی ہے: جی

پاکستانی ایسے ہوتے ہیں۔جس سے بھی بات کرو اسی سے جھگڑا، یہ بھی پسند نہیں وہ بھی پسند نہیں، اگر سارے ہی آپ کو پسند نہیں تو کیا آپ اللہ کو پسند ہیں؟ کیا سارے ہی برے ہو گئے، ایک آپ ہی اچھے ہیں دنیا میں؟ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے بارے میں کچھ سوچے کہ میری حالت کیا ہے؟ اہل اللہ کی یہ پہچان ہوتی ہے کہ ان کو کسی سے شکوہ ہی نہیں ہوتا......اللہ کی شان......اللہ نے ان کو کیا ہی ظرف دیا ہوتا ہے۔آپ ان کی زبان سے کبھی کسی مخالف، کسی حاسد یا کسی دشمن کا تذکرہ تک نہیں سنیں گے۔اللہ نے ان کو ایسا دل دیا ہوتا ہے۔

آج تقریباً ہر گھر کا معاملہ قوتِ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے الجھا ہوا ہے۔اسی لیے آج خاص طور پر اس کا عنوان بنایا گیا ہے کہ یہ تربیتی اجتماع ہے۔ضرورت کے پیش نظر ایسا کیا ہے،ہمیں اپنے دل میں عہد کرنا ہے کہ ہم اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کریں۔ذرا ذرا سی بات پر جلال دکھانے کی عادت سے آج ہم توبہ کریں۔اللہ رب العزت کو صبر پسند ہے۔یاد رکھنا کہ صبر اللہ رب العزت کی مدد کو دعوت دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے اللہ اس کا وکیل ہوتا ہے، اللہ اس کا کارساز ہوتا ہے۔اللہ اس بندے کا مددگار رہوتا ہے۔ہم صبر کر کے اللہ کی مدد کو اپنے پلڑے میں لے لیں۔

خزانوں کی کنجیاں تھامیے:

جنت کی کنجی۔لا الہ الا اللہ

نماز کی کنجی۔طہارت (وضو)۔اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔وضو ہو تو نماز پڑھنا آسان ہوتا ہے۔

نیکی کی کنجی۔سچ بولنا۔

علم کی کنجی۔حسن سوال، اچھے انداز سے سوال کرنا۔

ولایت کی کنجی۔ذکرِ کثیر، کثرت سے ذکر کرنا۔

فلاح کی کنجی۔تقویٰ

توفیق کی کنجی۔گناہ سے پرہیز، جو شخص جتنا گناہوں سے پرہیز کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اتنے ہی نئے نئے اعمال کی توفیق عطا فرماتے جائیں گے۔

نعمت کی کنجی۔شکرادا کرنا، آپ نعمتوں پر شکرادا کریں، اللہ کی نعمتیں اور زیادہ آپ پر آتی چلی جائیں گی۔

مددِالٰہی کی کنجی۔صبر، جب بندہ صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے اسے اللہ تعالیٰ کی مدد ملتی ہے۔

آج آپ یہ سبق یاد کرلیں کہ اگر معاملات میں آپ کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو تو صبر کر جائیں اور اللہ کی مدد کے مستحق بن جائیں۔ یہ چیز ہمیشہ یاد رکھیں کہ معاملات جب بھی خراب ہونے لگیں تو آپ سٹرانگ وکٹ سے کھیلیں۔سٹرانگ وکٹ سے کھیلنے کا مطلب یہ ہے کہ صبر کریں، پھر اس صبر میں آپ کا کارساز اور مددگار کون ہوگا؟......اللہ۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تشریف فرما ہیں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ایک صاحب آئے ان کی کسی بات پہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رنجش تھی۔انہوں نے سخت باتیں کرنا شروع کردیں۔ وہ باتیں کرتے رہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی سنتے رہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے رہے۔ جب بات بڑھنے لگی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اپنی طرف سے صفائی پیش کی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جارہے ہیں؟ فرمایا: ابوبکر! جب یہ شخص تمہارے بارے میں ایسی بات کررہا تھا تو اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو تمہاری طرف سے اس بندے کو جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو وہ فرشتہ بھی چلا گیا اور اب میں بھی اس مجلس سے اٹھ کر جارہا ہوں۔تو بھئی! یہ کتنا آسان طریقہ ہے کہ اللہ

رب العزت کو اپنا مددگار اور کارساز بنالیا جائے، صبر کر لیا جائے کیونکہ اس کا بدلہ اللہ کی مدد کی شکل میں ملتا ہے۔

تحمل مزاجی کا ایک بڑا فائدہ:

تحمل مزاجی کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے اور جس میں تحمل مزاجی کم ہو وہ ہر وقت ٹینشن میں رہتا ہے۔ عورت ہے تو

کبھی خاوند پہ غصہ،

کبھی بچوں پہ غصہ،

کبھی ساس پہ غصہ،

کبھی نندوں پہ غصہ،

کبھی ہمسائیوں پہ غصہ،

حتی کہ کبھی اپنی بہنوں پہ غصہ،

اور اگر مرد ہے تو

کبھی ماتحتوں پہ غصہ،

کبھی ساتھ والے دوستوں پہ غصہ،

کبھی بیوی پہ غصہ،

ہر وقت ہی ٹینشن میں۔ تو تحمل مزاجی کا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ بندہ اس شر بھری دنیا میں بھی خوشیوں بھری زندگی گزارتا ہے۔

ایک انمول موتی:

یاد رکھنا! لوگ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، لوگوں سے وابستہ توقعات تکلیف پہنچاتی ہیں۔ آپ توقع ہی کم رکھیں۔ اگر توقعات قائم کرنی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کریں جو پوری کر دکھاتا ہے۔ بندوں سے کیا توقعات رکھی جائیں؟ تو خوش رہنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دل بڑا کر لیں۔

گیارہ چیزوں کا قیام گیارہ چیزوں سے:

اسی لیے گیارہ چیزوں سے گیارہ چیزیں قائم رہتی ہیں۔

(۱) انصاف سے......سلطنت

(۲) پرہیز گاری سے......صحت

(۳) سخاوت سے......دولت

(۴) نیک چلنی سے......عزت

(۵) نیک اولاد سے......راحت

(۶) قلبی صفائی سے......محبّت

(۷) سچائی سے......کامیابی

(۸) نفرت سے......دشمنی

(۹) فضول خرچی سے......قرض داری

(۱۰) راست بازی سے......اعتماد

(۱۱) اور تحمل مزاجی سے......خوشی

یعنی تحمل مزاج بندہ پر سکون زندگی گزارتا ہے۔ پریشانی والے حالات میں بھی آپ ان کے چہرے کھلے ہوئے دیکھیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ کا الجبال (پہاڑوں کی مانند) ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی

اپنے اندر تحمل مزاجی پیدا کرنی چاہیئے تاکہ ہماری زندگی بھی مسکراہٹوں بھری بن جائے۔تو یہ گیارہ موتیوں کی ایک لڑی آپ کو دے دی۔

جاہل ان پڑھ کا عفوودرگزر:

ہمارے قریب کے دیہات کا ایک واقعہ ہے۔ایک نوجوان جس کی تعلیم بھی نہیں تھی اور شکل بھی عام سی تھی۔یعنی شکل بھی عام سی، عقل بھی عام سی اور تعلیم بھی نہیں تھی۔اس کی ایک خوبصورت کزن تھی۔اس نوجوان نے کہا: میں اپنی اسی کزن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔چنانچہ ماں باپ نے بھی ادھر زور دیا۔لڑکی والوں نے لڑکی سے پوچھا تو لڑکی نے تو شروع میں ہاں کردی۔نکاح ہوگیا۔رخصتی بھی ہوگئی۔لیکن جب وہ آکر اس کے پاس رہی تو اب اسے پتہ چلا کہ یہ تو پکا جاہل ہے۔وہ سوچ میں پڑگئی کہ نہ عقل ہے نہ شکل ہے، زندگی کیسے گزرے گی؟ چنانچہ اس لڑکی نے دل ہی میں اس نوجوان کو ناپسند کرنا شروع کر دیا۔مگر خاموش رہی۔

شادی کے تین چار دن بعد عام طور پر دلہنیں اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہیں۔یہ لڑکی بھی گھر گئی۔اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اب میں دوبارہ اس گھر میں کبھی نہ آؤں تو زیادہ اچھی بات ہوگی۔مگر اسے ماں باپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔کیونکہ ایک تو قریب کا رشتہ تھا اور دوسرا شروع میں ہاں بھی کرچکی تھی۔

دو چار دن بعد خاوند لینے کے لیے آگیا۔ماں باپ نے کہا کہ بیٹی! تیاری کرو، تمہارا میاں تمہیں لینے آیا ہے، جاؤ اس کے ساتھ۔چنانچہ اس نے اپنا سامان باندھا اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

انہیں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جانا تھا۔راستے میں اس نے خاوند سے کہا: مجھے پیاس لگی ہے۔قریب ہی ایک کنواں تھا۔خاوند نے جا کر ایک طرف گٹھڑی رکھی اور کنویں کے ڈول کے ذریعے

پانی بھرنے لگا۔ بیوی کے دل میں شیطان نے ایک ایسی بات ڈالی کہ اس نے پیچھے سے اپنے خاوند کو کنویں میں دھکا دے دیا۔ جب دھکا دیا تو خاوند کنویں میں جا گرا۔ اس نے دل میں سوچا کہ اب یہ مرکھپ جائے گا اور ہمیشہ کے لیے اس سے جان چھوٹ جائے گی۔

اب وہ واپس ماں باپ کے گھر چلی گئی اور اس نے ان کے پاس جا کر عورتوں والا مکر کیا۔ عورتیں مکر میں تو مشہور ہوتیں ہیں وَ جَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ (یوسف:16) جیسے اخوان یوسف نے مکر کیا تھا ویسے ہی اس نے بھی مکر کیا۔ وہ روتی ہوئی گھر پہنچی۔ ماں باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خاوند مجھے بٹھا کر کہیں چلا گیا۔ میں اتنی دیر تک اس کا انتظار کرتی رہی۔ میں اکیلی تھی، مجھے ڈر لگنے لگا، کوئی غیر مرد آ جاتا تو میرا کیا ہوتا؟ مجھے جان کا بھی خطرہ تھا اور عزت کا بھی خطرہ تھا، وہ تو بڑا بے پرواسا آدمی ہے۔ اس لیے میں واپس آ گئی ہوں۔ یہ سن کر ماں باپ کو بھی بڑا غصہ آیا کہ اس نے ہماری بیٹی کو اس طرح لاوارث چھوڑ دیا اور خود کہیں چلا گیا، یہ ایسا بے وقوف انسان ہے۔

اب ادھر کی بات سنیں، جب خاوند پانی میں گرا تو جان بچانے کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں مارے تو اس کا ہاتھ اس رسے پر پڑ گیا جس کے ساتھ ڈول بندھے ہوتے تھے۔ اس نے اس رسے کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ڈوبنے سے بچ گیا، کافی دیر کے بعد اس نے ہمت کی اور آہستہ آہستہ رسے پر چڑھتے چڑھتے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ اس نے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے توقع نہیں تھی کہ میری بیوی میرے ساتھ ایسا معاملہ کرے گی، کوئی بات نہیں، میں دوبارہ چلا جاتا ہوں۔

چنانچہ اب وہ دوبارہ سسرال کے گھر آیا۔ اتنے میں کپڑے بھی خشک ہو گئے تھے۔ جیسے ہی وہ سسرال کے گھر میں داخل ہوا تو لڑکی کے والدین نے اس کو بہت جلی کٹی سنائیں۔ کہنے لگے: تو کیسا بے عقل انسان

ہے کہ تو ہماری بیٹی کو اکیلے چھوڑ کر چلا گیا! تو بڑا بے پرواہ ہے، تجھے اس کا ذرا خیال نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا، اس نے خاموشی سے سنا اور آخر میں صرف اتنا کہا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ بہر حال آپ اپنی بیٹی کو بھیج دیں، ہمیں گھر جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت شرمندگی کا اظہار کر رہا ہے تو انہوں نے پھر بیٹی سے کہا، کوئی بات نہیں اب تم چلی جاؤ۔

اب بیٹی تو چل پڑی لیکن اس کے دل میں ایک بات بار بار آنے لگی کہ اگر چہ یہ ان پڑھ تھا، اگر چہ یہ بے عقل تھا، شکل اچھی نہیں تھی۔ مگر اس نے میرے ماں باپ کے سامنے میرا عیب تو چھپایا ہے، اس کا دل بڑا ہے نا! اگر یہ میرے ماں باپ کے سامنے میری حرکت کھول دیتا تو میں تو ماں باپ کو چہرہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہتی۔ اس ایک بات پر اس لڑکی کے دل میں خاوند کی ایسی محبّت پیدا ہوئی کہ اس نے اپنی بقیہ پوری زندگی اپنے خاوند کی محبّت میں گزار دی۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تحمل مزاجی کی ایک اور مثال:

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ہاں ایک یہودی آیا۔ ذرا دور کے علاقے کا تھا۔ اسے وہیں رات ہوگئی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تجھے دیر ہوگئی ہے اس لیے آج مہمان کے طور پر یہیں ٹھہر جاؤ۔ وہ ٹھہر گیا۔

رات کو اس کو کھانا دیا گیا، اس نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر اس کو بستر میں سلا دیا گیا۔ رات کو اس کا پیٹ خراب ہو گیا، حتی کہ بستر میں ہی اس کا پاخانہ نکل گیا۔ اس کے کپڑے بھی خراب ہو گئے، جسم بھی خراب ہو گیا اور بستر بھی خراب ہو گیا۔ اسے شرم بھی آئی۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں وہاں سے راتوں رات نکلا اور کہیں جا کر نہایا اور کپڑے دھوئے۔ اس نے وہیں سے واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ میں تو اُٹھ کر آ گیا مگر فلاں چیز وہیں بھول آیا ہوں۔

اب شرم کے مارے اسے واپس تو آنا پڑا کیونکہ وہ چیز وہ چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا تو فجر ہو چکی تھی۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فجر کی نماز کے بعد مہمان کا پتہ کرنے گئے تو پتہ چلا کہ مہمان تو غائب ہو چکا ہے۔ اور بستر سے نجاست کی بدبو آرہی ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کو نہیں بتایا، بلکہ خود پانی بھر کے لائے اور خود اس نجاست کو صاف فرمانے لگے۔ جب آپ بستر کو صاف فرما رہے تھے تو اس وقت وہ یہودی آیا۔ اس نے جب اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا:

میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں، یہ اخلاق واقعی اللہ کے نبی کے ہی ہو سکتے ہیں...... اللہ اکبر کبیرا

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر کہ بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

آج ہم اپنی زندگی پر نظر دوڑائیں، ہم نے اپنی زندگی میں کتنا بے جا غصہ کیا! ہم نے کتنے لوگوں کے دلوں کو تکلیف پہنچائی! ہم جو اتنے گناہ اپنے نامہء اعمال میں لکھوا کر بیٹھے ہیں تو کیا آج ہم اگر اللہ سے نعمتیں مانگیں گے تو بغیر توبہ کے مل جائیں گی؟ ہمیں اپنے ان گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے اور توبہ بھی پکی اور سچی کرنی چاہئے۔ یہ سوچتے ہوئے توبہ کریں کہ اے اللہ! آج ہمارا ملجا و ماویٰ تیرے سوا اور کوئی

نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کا ایک رقت آمیز واقعہ:

بنی اسرائیل کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔توجہ سے سنیئے کہ اللہ رب العزت کتنے مہربان ہیں کہ جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو کیسے معاف فرماتے ہیں۔

عن وھب ابن منبہ قال (وہب ابن منبہ فرماتے ہیں) کان فی زمن موسی علیہ السلام شاب اثم (حضرت موسیٰ علیہ کے زمانے میں ایک نوجوان تھا جو بڑا سرکش اور نافرمان تھا)مسرف علی نفسہ (اپنی جان پر بڑی زیادتی کرتا تھا) یعنی گناہ کرتا تھا۔وہ اتنا برا تھا کہ بستی کے لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے۔سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس نوجوان کو یہاں سے نکال دیا جائے۔۔فا خرجوہ من بینھم لسوء فعلہ (ساری بستی والوں نے اس کے برے کاموں کی وجہ سے اسے بستی سے نکال دیا)فحضرتہ الوفات فی خربۃ علی باب البلد (اس بندے کو شہر کے دروازے پر ویرانے میں موت آ گئی) فا وحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰؑ (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی نازل فرمائی)۔ان ولیا من اولیاء ی حضرہ الموت (میرے اولیا میں سے ایک ولی کو موت آ گئی ہے)......فا حضرہ و غسلہ و صل علیہ(آپ اس کے پاس جائیے،اس کو غسل دیجیے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھیئے)......وقل لمن کثر عصیانہ(اور فرمائیے کہ جس بندے کے گناہ بہت زیادہ ہوں)......یحضر جنازتہ لا غفرلھم (وہ اس کے جنازے میں شامل ہو جائے میں اس بندے کے گناہوں کو معاف کر دوں گا)......و احملہ الی لا فھم مثوالہ(اور

اس کو قبر میں دفنا دیجیے، میں اس کے ساتھ اچھا معاملہ کروں گا)......**فنادی موسیٰؑ فی بنی اسرائیل** (حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کروادیا)......**فکثر الناس** (بہت سے لوگ اکھٹے ہو گئے)...... ہر بندہ چاہتا تھا کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں کیونکہ وہ اللہ کے پیغمبر کی زبان سے مغفرت کی خوشخبری سن رہے تھے......**فلما حضروہ عرفوہ** (جب لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے اس نوجوان کو پہچان لیا)......**فقالوا یا نبی اللہ** (کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی!)......**ھذا ھو الفاسق الذی اخرجناہ** (یہ تو وہی فاسق ہے جس کو ہم نے اپنی بستی سے نکال دیا تھا)......**فتعجب موسی من ذلك** (حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس بات پر بڑے حیران ہوئے)......**فاوحی اللہ الیہ** (اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی نازل فرمائی)......**صدقوا وھم شھداء** (یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں) مگر معاملہ یہ ہے کہ......**انہ لما حضرتہ الوفات فی ھذہ لخربتہ** (جب اس بندے کو اس ویرانے میں موت آئی)......**نظر یمنۃو یسرۃ** (اس نے اپنی دائیں طرف بھی دیکھا اور بائیں طرف بھی دیکھا)......**ولا قریبًا** (اور کوئی اپنا قریبی نظر نہیں آیا)......**ورای نفسہ غریبۃ** (اس نے اپنے نفس کو غریب دیکھا)......**وحیدۃ** (اکیلا پایا)......**ذلیلۃ** (ذلیل پایا)......**منکسرۃ** (دل ٹوٹا ہوا پایا)......**فرفع بصرہ الی السماء** (پھر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی)......**و قال** (اور کہا)......**الھی عبد من عبادك** (اللہ! تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں)......**غریب من بلادك** (شہر سے نکالا گیا ہوں)......**لو علمت ان عذابی یزیدفی ملکك** (اگر میں جان کر کہ مجھے عذاب دینے سے آپ کی شاہی میں اضافہ ہو

جا تا)......وعفوك(اوراگر آپ مجھے معاف کردیں)......انی ینقصه من ملكك(اس سے آپ کی بادشاہی میں کوئی کمی آجاتی)......لما سئلتك المغفرة(اللہ! میں آپ سے کبھی مغفرت کا سوال نہ کرتا)......ولیس لی ملجاء(اور نہیں ہے میری کوئی جائے پناہ)......ولا رجاء(اور نہیں کوئی میری امیدگاہ)......الا انت(مگر تو ہی تو ہے)......وقد سمعت فیما انزلت انك قلت (میں نے سنا ہے کے آپ نے یہ آیت نازل کی ہے)...... انی انا الغفور الرحیم(کہ میں بڑا بخشنے والا، بڑا رحیم ہوں)......فلا تخیب رجاء ی(میری امید کو نہ توڑ دینا)

یاموسیٰ(اے موسیٰؑ)......افکان یحسن بی ان ارده(کیا یہ بات مجھے سجتی ہے کہ میں اس کی بات کو رد کر دیتا)......وھوغریب علی الصفة(اور وہ پردیسی تھا،اس حال میں)......وقد توسل الی بی (اوراس نے مجھے میری رحمت کا واسطہ دیا)......وتضرع بین یدی(اور میرے سامنے گڑگڑایا)......وعزتی (مجھے اپنی عزت کی قسم)......لو سئلنی فی المذنبین من اھل الارض جمیعا لوھبتھم له (اگر وہ پوری دنیا کے گناہگاروں کی بخشش کا سوال کرتا تو میں دنیا کے سارے گنہگاروں کی بخشش کر دیتا)......لذل غربته یموسی انا الغریب(اے موسیٰ! میں پردیسی کی پناہ گاہ ہوں)......وحجیبه(اور میں ہی اس کا دوست ہوں)وطبیبه(اور میں ہی اس کا طبیب ہوں)......و راحمه(اور میں ہی اس پر رحمت کرنے والا ہوں)

سوچیے کہ اگر ایک نوجوان اپنے آپ کو اس حال میں دیکھتا ہے اور اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں

کہ اس دعا کی وجہ سے اگر وہ ساری دنیا کے گنہگاروں کی بخشش کا سوال کرتا تو میں ساری دنیا کے گنہگاروں کو بخش دیتا۔ جب وہ اتنا کریم ہے تو کیا اتنے بڑے مجمع میں سے اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی ایک کی بھی فریاد کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ کوئی تو ایسا مرد ہوگا، کوئی تو ایسی عورت ہوگی جس کے دل سے دعا نکلے گی اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ باقی سب کے گناہوں کی بھی بخشش فرما دیں گے۔ لہٰذا آج آپ پکی سچی توبہ کر کے پوری زندگی کے گناہوں کو بخشوا لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بخشش فرما دے۔ اور ہمیں آئندہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ